© rasailojaraid.com

شیخ شہاب الدین مقتول اشراقی تھے

"تقسیم چہارگانہ صحیح ہے"

مولانا حکیم فضل الرحمٰن صاحب سواتی (مقیم آمبور - (جنوبی ہند)

مدعی گو برو جلوہ بہ حافظ مفروش ؎

کلکِ مانیز زبانے و بیانے وارد

افضل العلماء مولانا ڈاکٹر حافظ محمد یوسف کوکن صاحب عمری ایم، اے ریڈر شعبۂ اردو فارسی، عربی مدراس یونیورسٹی مدراس نے حضرت امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک مبسوط اور جامع کتاب لکھی تھی۔ جس کو پڑھ کر میں اس قدر متاثر ہوا کہ اپنے تاثرات قلمبند کر کے ایک خط کی شکل میں مصنفِ کتاب کی خدمت میں بھیجدیئے تھے۔ خط کے اخیر میں ایک دو گذارشیں بھی کی گئی تھیں۔ اُن میں سے ایک گذارش یہ تھی کہ حضرت علامہ ابن تیمیہؒ نے شیخ شہاب الدین مقتول کو مشائین کے زمرہ میں داخل کر دیا ہے حالانکہ شیخ شہاب الدین مقتول مشائی نہیں اشراقی ہیں اور معمولی اشراقی بھی نہیں بلکہ "شیخ الاشراق" کے لقب سے مشہور ہیں۔ اُن کی اشراقیت کے ثبوت میں میں نے "شرح ہدایۃ الحکمۃ" مصنفہ صدرالدین شیرازی مسمٰی بہ "صدرا" کا حوالہ دیا تھا کہ بحثِ اثباتِ ہیولیٰ میں صدرالدین شیرازی نے شیخ شہاب الدین مقتول کو اشراقیوں کے گروہ میں شامل کیا ہے۔ اور متکلمین، مشائین، صوفیین اور اشراقیین میں فرق بتانے کی غرض سے اِن چاروں گروہوں میں وجہِ انحصار جو کتبِ متداولۂ درسیہ میں نظر سے گذری تھی اور نوکِ زبان تھی، بدیں الفاظ بیان کی تھی:-

"فلاسفۂ میزانیین اور متکلمین نے "عالم" کی چار قسمیں کی ہیں۔ صوفی، اشراقی، متکلم، مشائی اور وجہِ انحصار یوں لکھی ہے کہ عالم یا تو اثباتِ مدعیٰ استدلال سے کرتا ہوگا اور یا تزکیۂ نفس سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اُن میں سے ہر ایک یا تو تابعِ دینِ سماوی ہوگا یا نہ ہوگا۔ جو استدلال سے کام لیتا ہو اور تابعِ دینِ سماوی ہو وہ "متکلم" ہے اور جو تابعِ دینِ سماوی نہ ہو اور استدلالی ہو وہ "مشائی" ہے۔ جیسے ارسطو اور اُس کے متبعین۔ اور تزکیہ نفس سے کام لیتا ہو اور ساتھ اُس کے تابعِ دینِ سماوی ہو وہ "صوفی" ہے۔ اور جو تابعِ دینِ سماوی نہ ہو وہ "اشراقی" ہے جیسے کہ افلاطون اور اُس کے متبعین۔"

خط میں نے نجی کے طور پر لکھا تھا۔ میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ یہ خط چھپ جائے گا ورنہ وضاحت سے کام لیتا۔ فاضل مکتوب الیہ نے اسے "برہان" بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۵۹ء میں شائع کروا دیا اور فاضل اجل مدیر "برہان" نے اس پر ایک مختصر سا دیباچہ بھی تحریر فرما دیا جس سے خط کی اہمیت میں کافی اضافہ ہوا اس گذارش میں چونکہ حضرت امام ہمام ابنِ تیمیہؒ پر ایک نوع اعتراض کا پہلو نکلتا تھا کہ اُنھوں نے شیخ شہاب الدین مقتول کو جو کہ "اشراقی" ہیں "مشائیوں" کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ کوئی زیادہ وزنی اعتراض نہ تھا جس کو سُن کر کوئی معتقدِ امام ہمام آپے سے باہر ہو جائے۔ مگر فاضل جلیل جناب شبیر احمد خاں صاحب غوری ایم اے۔ ایل۔ ایل بی۔ ٹی۔ ایچ۔ رجسٹرار امتحانات عربی، فارسی (اُتر پردیش) کو اس معمولی فروگذاشت کا انتساب بھی حضرت امام ابنِ تیمیہؒ کی طرف ناگوارِ خاطر ہوا کہ اس سے تو امام صاحب موصوف کے بحرِ ذخارِ علم و فضل میں چند ڈولوں کی کمی ہو جاتی ہے ؎

بدیں قدر نتواں گفت در جمالِ تو عیب
کہ خالِ مہر و وفا نیست روئے زیبا را

اس لئے فاضل موصوف نے "برہان" (بابت ماہ جون سنہ ۱۹۶۰ء) میں ایک عالمانہ اور محققانہ مقالہ سپردِ قلم فرمایا۔ جس میں اُنھوں نے میرا تعاقب بڑی شد و مد کے ساتھ کیا ہے۔ فاضل جلیل ڈاکٹر غوری صاحب کو مجھ سے یہ شکایت ہے کہ میں نے علامہ ابنِ تیمیہؒ کی جامعیت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے حضرت ابنِ تیمیہؒ کی جامعیت پر چند شہادتیں پیش کی ہیں۔ اخیر میں رقمطراز ہیں:۔

"یہ چند مثالیں جن کا استقصار تقریباً ناممکن ہے ظاہر کرتی ہیں کہ علامہ ابنِ تیمیہؒ نے فلاسفہ کی ہفوات و اباطیل کا نیز مشہور عباقرۂ اسلام کی فکری تشکیل کا بڑی دقتِ نظر سے مطالعہ کیا تھا۔ لہذا ایسے بالغ النظر محقق سے یہ تسامح مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ بغیر کسی بنیاد کے اشراقیٔ اعظم (شیخ الاشراق) کو مشائیوں کی صف میں لا کھڑا کر دیں۔ اور یہی نہیں کہ اتفاقاً کسی جگہ ان سے اس قسم کا تسامح ہو جائے بلکہ بار بار اس کا اعادہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتے ہیں "۔ انتہیٰ۔

مجھے حضرت ابن تیمیہؒ کی جامعیت اور تبحر علمی کا اعتراف ہے بلکہ اس معاملہ میں تو میں فاضل جلیل ڈاکٹر غوری صاحب سے بھی دو قدم آگے ہوں لیکن ساتھ اس کے میں ان کو انسان سمجھتا ہوں اور "الانسان بیاوق السھو والنسیان" سے میں اُن کو مستثنیٰ نہیں کرسکتا بھول چوک انسان کے لوازم غیر منفکہ سے ہے۔ حضرت ابن تیمیہؒ کا وہ قول جس پر میری گرفت ہوئی پھر نقل کئے دیتا ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ حضرت امام ہمام سے کس قدر فروگذاشت ہوئی ہے۔

"وَلٰكِنَّ هٰذِهِ الْفَلْسَفَةَ الَّتِي يَسْلُكُهَا الْفَارَابِيُّ وَابْنُ سِيْنَا وَابْنُ رُشْدٍ وَالسَّهْرَوَرْدِيُّ الْمَقْتُوْلُ وَنَحْوُهُ فَلْسَفَةُ الْمَشَّائِيْنَ وَهِيَ الْمَنْقُوْلَةُ عَنْ اَرَسْطُوْ الَّذِيْ يُسَمُّوْنَهُ الْمُعَلِّمَ الْاَوَّلَ"

لیکن یہ فلسفہ جس کے مسلک پر فارابی ابن سینا ابن رشد شہاب الدین سہروردی مقتول اور اس جیسے لوگ گامزن ہیں مشائین کا فلسفہ ہے جو ارسطو سے منقول ہے جسے لوگ معلم اوّل کے لقب سے موسوم کرتے ہیں۔

مجھے گلہ تھا کہ امام ہمام نے شہاب الدین مقتول کو مشائیوں کے زمرہ میں شامل کر دیا ہے۔ لیکن "یک نہ شد دو شد" والا معاملہ پیش آیا ہے۔ حضرت امامؒ نے شیخ شہاب الدین سہروردی رح اور شیخ شہاب الدین مقتول میں امتیاز نہیں کیا ہے۔ دونوں کو ایک ہی سمجھا ہے حالانکہ دونوں شہاب الدینوں میں فرقِ بیّن ہے۔ میں نے اپنے خط بنام مولانا محمد یوسف کوکن میں یوں لکھا تھا کہ:-

"آپ نے ایک سے زیادہ مرتبہ لکھا ہے کہ شہاب الدین دو ہیں، ایک مقتول اور دوسرے صاحبِ طریقہ یعنی شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ۔ "طبقات الاطباء" لابن ابی اصیبعہ میں بھی ان دونوں شہاب الدینوں کا تذکرہ ہے۔"

اب کیا فرماتے ہیں فاضلِ جلیل جناب ڈاکٹر غوری صاحب کہ حضرت ابن تیمیہؒ نے والسھروردی المقتول جو لکھا ہے یہ تسامح ہے کہ نہیں! اور وہ بھی معمولی تسامح نہیں ہے بلکہ فاش تسامح ہے۔ میں نے اپنے خط میں اس تسامح کو نظر انداز کر دیا تھا صرف "مقتول" کو مشائیوں میں شامل کرنے پر تعاقب کیا تھا۔ اب فاضل جلیل ڈاکٹر غوری صاحب کو کہنا پڑ جائے گا ع میں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

شہاب الدین مقتول "سہروردی" نہیں ہیں اور شہاب الدین سہروردی "مقتول" نہیں ہیں۔ و بینھما بون بعید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۵ خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد　　جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے

" طبقات الاطباء لابن ابی اصیبعہ" میں شیخ شہاب الدین مقتول کے متعلق یہ بھی ذکر ہے کہ وہ علمِ شعبدہ بھی جانتے تھے۔ ایک دفعہ ہمراہیوں کے ساتھ لق و دق بیابان میں جا رہے تھے۔ ساتھی بہت تھک گئے تھے۔ اتنے میں ایک عظیم الشان شہر سامنے نمودار ہوا جس میں بڑے بڑے محلات نظر آئے۔ ساتھی بہت خوش ہوئے اور تھکان دور ہوگئی۔ پھر کیا دیکھتے ہیں کہ شہر غائب ہے اور لق و دق بیابان میں گامزن ہیں۔ پھر جب بھوک سے پریشان ہوگئے تو اس بیابان میں ایک چرواہا نظر آیا اس کے سامنے بھیڑ بکریوں کا گلہ ہے۔ شیخ نے ایک بھیڑ کی طرف اشارہ کیا کہ اس کی کیا قیمت ہے۔ چرواہے نے قیمت بتائی۔ قیمت دیکر بھیڑ کو قبضہ میں کر لیا۔ چرواہے نے قیمت واپس کردی کہ یہ کم ہے۔ مزید قیمت کا مطالبہ کیا۔ شیخ دینے پر رضامند نہیں تھے۔ اس کشمکش میں چرواہے نے شیخ شہاب الدین کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تو شیخ کا ہاتھ چرواہے کے ہاتھ میں رہ گیا اور شیخ بے دست جانے لگے۔ چرواہا ڈر گیا اور ہاتھ کو زمین پر ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر چرواہا سخت پریشان ہوگیا کہ وہ ہاتھ نہیں تھا بلکہ رومال تھا چرواہا ڈر کے مارے اپنے تمام مطالبات سے دست بردار ہوگیا اور پوری قیمت واپس کردی۔

" طبقات الاطبار" میں شیخ شہاب الدین کے قتل کے اسباب یوں بیان کئے ہیں کہ وہ سخت مجادل تھا جو کوئی اس سے بحث کرنے جاتا تھا اس کو ایسا متاثر کر دیتا تھا کہ وہ ضرور اُس کا مسحور ہو جاتا تھا اور پھر اُس کے خلاف دم مارنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ بڑے بڑے صوفی، مشائی اور متکلم کو اپنی توجہ کے اثر سے اپنا تابع بنا لیا تھا۔ لیکن وہ شریعت کا پیرو نہ تھا۔ دور سے ہی علماء ان کو بدعقیدہ اور گمراہ کہتے تھے مگر سامنے نہیں آتے تھے۔ اتفاقاً حلب میں اُن کا ورود ہوا۔ حاکمِ وقت سے اُن کی بدعقیدگی کی شکایت کی گئی حاکم نے گرفتار کروایا اور ایک کوٹھری میں بے آب و دانہ چالیس روز تک بند رکھا پھر دیکھا تو مرا ہوا تھا" مقتول" ان کو اسی معنی سے کہتے ہیں۔ تلوار سے قتل نہیں کیا گیا تھا۔ اُن کے قتل کے بعد اُن کے متبعین نے ان کے اقوال جمع کئے اور موقعہ بموقعہ اُن کو نقل کرتے رہے۔ جیسے مرزا غلام احمد قادیانی کے مرید اب کر رہے ہیں اور اُن کے عقیدۂ باطلہ کی اشاعت کر رہے ہیں۔

۰ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہٗ العزیز صاحب طریقہ تھے اور صوفیٔ متشرع تھے، وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قتل نہیں کئے گئے تھے اُن کے متشرع ہونے کے ثبوت میں ان کا یہ قطعہ کافی ہے ۔

وکم قلت للقوم انتم علی	اور میں نے قوم سے بہت کچھ کہا کہ تم کتاب شفا کے
شفا حفرۃ من کتاب الشفا	پڑھنے سے آگ کے کنارے کھڑے ہو ۔
فلما استھانوا بتوبیخنا	جب انھوں نے میری تنبیہ اور ٹوکنے کا مضحکہ اڑایا تو ہم
رجعنا الی اللہ حسبی کما	نے اللہ کی طرف رجوع کیا اور اللہ ہمارے لئے کافی ہے
فماتوا علی دین رسطالیس	پس وہ ارسطو کے دین پر مر گئے
وعشنا علی ملۃ المصطفیٰ	اور ہم نے ملتِ مصطفویہ پر عمل پیرا ہو کر ابدی زندگی حاصل کرلی

جس ذاتِ اقدس کا یہ عقیدہ اور مسلک ہو بھلا وہ بدعقیدگی کے اتہام سے متّہم ہو کر قتل کئے جا سکتے ہیں ؟
بہر نوع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ۔ والا معاملہ ہوگا ۔ اور جو شخص شعبدہ باز ہو، بدعقیدہ ہو اور علماء و صلحاء اُس کے عقائدِ باطلہ سے گریزاں اور اعوذ خواں ہوں بھلا وہ سہروردی کیوں کر ہو سکتا ہے ۔
حضرت امام ابن تیمیہؒ کے اس قول " والسہروردی المقتول " کی توضیح فاضل جلیل ڈاکٹر غوری صاحب فرماتے ہیں ۔

اب میں اپنی " تقسیم چہارگانہ " کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جس پر فاضل جلیل ڈاکٹر غوری صاحب نے میرا تعاقب کیا ہے ۔ پہلے تو فاضلِ موصوف کو اس کی صحت سے انکار تھا کہ " عالم " کا انحصار صرف ان چار میں نہیں ہے ۔ بلکہ علوم بکثرت ہیں اور عالم بھی لہٰذا کثرت سے ہیں ۔ مگر فاضلِ موصوف کو اس کا خیال نہیں رہا کہ " اِنَّ الْعَالِمُ " میں الف لام " عہدِ خارجی " ہے " جنسی اور استغراقی " نہیں ہے ۔ جنسِ عالم کی تقسیم مدِ نظر نہیں ہے بلکہ وہ عالم مراد ہے جن کا مقصد و منشا معرفتِ الٰہی بسبیل بحث و نظر اور کشف و مجاہدہ وہ چار قسم کے ہیں ۔ صوفی، اشراقی متکلم اور مشائی ۔ اب رہے محدثین و مفسرین تو وہ مومنین قانتین ہیں ان کا مسلک آمنا وصدقنا ہے ۔ بیکار بحث و نظر سے کام نہیں لیتے ہیں ۔ اب ایک واقعہ سناتا ہوں جس سے اس معاملہ پر اچھی روشنی پڑ سکتی ہے ۔

نبراس شرح عقائد نسفی کا ایک محشی ہے ۔ اس نے امام فخر الدین رازیؒ کے متعلق ایک عجیب و غریب انکشاف کیا ہے اس کی تاریخی حیثیت کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ صحیح ہے یا غلط ۔ لیکن نبراس کے حوالہ سے میں لکھ رہا ہوں ۔ ایک دفعہ امام رازیؒ بہت بیمار ہوئے ۔ حالتِ نزع کی جیسی ہو گئی ۔ شیطان لعین کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یقین ہوگیا کہ امام صاحب کا وقتِ آخر ہوگیا ہے۔ عالمِ سکرات میں ہیں تو اُن کو ورغلانے کی غرض سے ایک عالم کی شکل میں امام صاحب کے پاس آیا اور کہنے لگا رازی! اپنا عقیدہ درست کرلو تمہارا وقت اخیر ہے۔ امام صاحب نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ۔ شیطان نے تعجب سے کہا یہ تم کو کیا ہوگیا ہے مسلم الثبوت قضیہ کی تکذیب کر رہے ہو۔ "الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد" پر آپ کا اذعان وایقان نہیں رہا عقول عشرہ کا سلسلہ آپ نے درہم برہم کر دیا۔ آپ جیسے صاحبِ عقل و فراست کا یہ کہنا فتورِ عقل کی نشانی ہے۔ غرضکہ امام صاحب اور شیطان کا سخت جھگڑا شروع ہوگیا۔ امام صاحب جو بھی دلیلِ عقلی وحدانیت واجب الوجود پر پیش کرتے ہیں شیطان اس کو توڑ دیتا ہے۔ اس طرح امام صاحب کے چالیس عقلی دلائل شیطان نے توڑ دیئے۔ امام صاحب سخت پریشان ہوگئے اور عقیدہ میں تزلزل پیدا ہوگیا۔ جب عقلی دلائل شیطان کے سامنے کنسیج العنکبوت ثابت ہوئے تو اخیر میں دلیلِ نقلی کی طرف رجوع کیا اور یہ آیت پڑھی۔ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لفسدتا۔ (اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو آسمان وزمین کا نظام درہم برہم ہوجاتا)

شیطان نے ہنس کر کہا کہ کیا اتفاق کوئی مفہوم بلا مصداق لفظ ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ آسمان کا خدا الگ ہو اور زمین کا الگ۔ برّ کا الگ اور بحر کا الگ ہو اور اُن کے آپس میں اتفاق واتحاد ہو تاکہ نظامِ عالم میں خلل نہ پیدا ہوجائے۔ انسانوں میں تو اتفاق ممکن ہو لیکن خداؤں میں ناممکن! یہ بحث ہو رہی تھی کہ امام صاحب کا بیماری کا دورہ جاتا رہا اور حالت سدھر گئی۔ شیطان یہ دیکھ کر کہ امام صاحب اب مرتے نہیں یکایک غائب ہوگیا۔ امام صاحب اچھے ہوگئے تو اُن کو فکر ہوگئی کہ شیطان کے سامنے یہ دلائل کام نہیں دیتے۔ شیطان ضرور پھر سکرات کے وقت آئیگا۔ اس کے لیے مضبوط دلیل کی ضرورت ہے تاکہ نزع کے وقت اس کو نہ توڑ سکے جس شیطان نے حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کو ورغلانے کی ناکام کوشش کی تھی بھلا وہ مجھے نزع کی حالت میں کہاں چھوڑے گا۔ اب وہ مضبوط وسدید دلیلِ توحید کے لئے اُفتاں وخیزاں رہے اور ہر عالم سے توحید باری کی دلیل پوچھتے رہتے تھے مگر تشفی نہیں ہوتی تھی۔ ایک روز ایک کسان کو دیکھا کہ کھیت میں ہل چلا رہا ہے۔ امام صاحب کو خیال ہوا کہ چلو اس سے دریافت کرنا چاہیئے کہ توحیدِ باری پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے۔ چنانچہ اس سے پوچھا۔ اس نے لکڑی ہاتھ میں لی اور غصیناک لہجہ میں کہا کہ کیا تم کو اللہ کی وحدانیت میں شک ہے؟ کسان ہاتھ اُٹھا کر امام صاحب پر وار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے لگا۔ یہ منظر دیکھ کر امام صاحب بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور عہد کر لیا کہ کسان کی لکڑی سے بڑی کوئی دوسری دلیل نہیں ہوسکتی۔ اذعان و ایقان کی ضرورت ہے، تذبذب سے کام نہیں چل سکتا۔ نیز اس نے لکھا ہے کہ پھر امام صاحب اخیر عمر تک لکڑی ہاتھ میں رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر شیطان پھر کبھی نمودار ہوا تو اس لکڑی سے اس پر وار ہوگا۔ ۵

بجانِ دوست کہ غم پردۂ شما ندرد — گر اعتماد بالطافِ کارساز کنید

مفسرین اور محدثین کا اذعان اور ایقان اللہ کی ذات مستجمع الصفات پر ہے ان کو اس میں بحث کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے اس لئے "تقسیم چہارگانہ" سے یہ خارج ہیں۔ فاضل جلیل جناب ڈاکٹر غوری صاحب نے اپنے محققانہ مضمون کے اخیر میں حاجی خلیفہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) کا قول نقل کیا ہے جس سے "تقسیم چہارگانہ" کی تصدیق ہوسکتی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

والطریق الی ھذہ المعرفۃ من وجھین احدھما طریقۃ اھل النظر والاستدلال۔ وثانیھما طریقۃ اھل الریاضۃ والمجاھدات۔ والسالکون للطریقۃ الاولی ان التزموا ملۃ من ملل الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام فھم المتکلمون والا فھم الحکماء المشاؤن والسالکون الی الطریقۃ الثانیۃ ان وافقوا فی ریاضتھم احکام الشرع فھم الصوفیۃ والا فھم الحکماء الاشراقیون۔

مبدا و معاد کی معرفت کے دو طریقے ہیں۔ ایک اہل نظر و استدلال کا طریقہ ہے اور دوسرا ارباب ریاضات و مجاہدات کا۔ پہلے طریقہ کے عاملین اگر کسی نبی کے دین کے پیرو ہوں تو متکلمین کہلاتے ہیں ورنہ حکماء مشائین۔ اسی طرح دوسرے طریقہ پر چلنے والے اگر اپنی ریاضت و مجاہدہ میں احکام شرعیہ کی موافقت کرتے ہوں تو صوفی کہلاتے ہیں ورنہ حکماء اشراقیین۔

اب میری "تقسیم چہارگانہ" کا قول مذکرہ بالا سے مقابلہ کیجئے پھر دیکھئے کہ ان دونوں اقوال میں کیا فرق ہے؟ کوئی فرق نہیں ہے۔ مآل دونوں کا ایک ہی ہے۔ اس قول کے نقل کرنے کے بعد فاضل جلیل جناب ڈاکٹر غوری صاحب "تقسیم چہارگانہ" کے ایک حد تک تو قائل ہو گئے لیکن مخالفت ان کی یہ رہی کہ میں نے جو لکھا تھا کہ "فلاسفہ" نیز "مین اور متکلمین نے عالم کے چار قسم کئے ہیں" اس پر فاضل موصوف لکھتے ہیں "پس اگر حکیم صاحب کے نزدیک فلاسفہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میزانین اور متکلمین کا مصداق حاجی خلیفہ ہی کی شخصیت میں منحصر ہوسکتا ہے تو انھیں وضعِ اصطلاح کا حق حاصل ہے۔ بقولِ محقق طوسی فللمصطلحین ان یعبروا عن کل معنی بعبارۃ یرون انہا مناسبۃ لذلک المعنی لیکن یہ کوئی مناسب اصطلاح نہ ہوگی کیونکہ ظاہر الفاظ کی وسعت کے مقابلہ میں مصداق بہت ہی تنگ اور محدود ہے۔

فاضلِ جلیل ڈاکٹر عزیزی صاحب کے تتبع واستقرار کی داد دینی چاہیئے۔ آپ کی وسیع النظری اور جامعیت کا میں بدل معترف ہوں اور اس کے ساتھ یہ بھی عرض کرتا ہوں۔ ؎

چوں بشنوی سخنِ اہلِ دل مگو کہ خطاست — سخن شناس نۂ ای دلبرا خطا اینجاست

متقدمین کی کتابوں کی ورق گردانی تو انھوں نے خوب کی ہے .... لیکن متاخرین کی کتب کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ کتبِ متداولہ درسیہ کا مطالعہ انھوں نے نہیں کیا ورنہ بہت جلد "تقسیم چہارگانہ" کا پتہ لگا لیتے ؎

راز درونِ پردہ ز رندانِ مست پرس — کیں حال نیست زاہدِ عالی مقام را

پہلے تو یہ جان لینا چاہیئے کہ علومِ عقلیہ میں متاخرین کو متقدمین پر فوقیت حاصل ہے۔ ان کی کتابیں متقدمین سے زیادہ معتبر اور مستند ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ درس میں متاخرین کی کتابیں رکھی گئی ہیں متقدمین کی نہیں۔ علومِ نقلیہ میں معاملہ بالکل برعکس ہے۔ متقدمین کی کتابیں متاخرین سے زیادہ قابلِ اعتبار واستناد ہوتی ہیں۔ میری "تقسیم چہارگانہ" کے پتہ لگانے میں فاضل موصوف نے یعقوب کندی، شیخ بوعلی سینا، معلمِ ثانی (ابونصر فارابی) امام غزالی، محقق طوسی، اثیر الدین الابہری، ابن عطاء الغزالی المعتزلی، ابوعلی الجبائی، ابوالحسن الاشعری، امام فخر الدین رازی، ابن الندیم اور علامہ ابن خلدون کی تقسیمِ علوم کا استقصا کر کے دیکھا اگر ان کو میری "تقسیم چہارگانہ" کا کہیں پتہ نہ چلا اس لئے انھوں نے فیصلہ کرلیا کہ حاجی خلیفہ کے "کشف الظنون" کے سوا اور کہیں حکیم صاحب کی "تقسیم چہارگانہ" کا پتہ نہیں ہے۔ خوب! ؎

تم نے بیمارِ محبت کو ابھی کیا دیکھا — یہ جو کہتے ہوئے جاتے ہو کہ دیکھا دیکھا

مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی کے والد بزرگوار حضرت مولانا فضل الحق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ جو جزیرہ انڈمان میں مدفون ہیں، اُن کے ایک شاگردِ رشید جناب ملّا صاحب کندیا تھے۔ کندیا کوہستانِ سوات کا ایک مقام ہے جب حضرت مولانا فضل الحق صاحب رہ کر گرفتار ہوکر انڈمان بھیجے گئے تو ملّا صاحب اپنے وطن مالوف کندیا چلے گئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جو کچھ انھوں نے اپنے اُستاد سے حاصل کیا تھا وہ قلمبند کر دیا۔ قاضی محمد مبارک کے دو حاشیے ایک "حاشیۂ مجملہ" دوسرا "حاشیہ مفصلہ" اور ایک شرح سلم العلوم مصنفہ حضرت مولانا محب اللہ البہاری رحمۃ اللہ علیہ مسمیٰ بہ "تحریر کندیا" ہے۔ یہ تینوں کتابیں جناب مُلّا صاحب کندیا نے تحریر فرمائیں۔ مؤخر الذکر قاضی محمد مبارک کا ایک بہترین خلاصہ ہے جو "ان قیل وقلنا" کے پیرایہ میں تحریر کی گئی ہے۔ اس کتاب نے بڑی مقبولیت حاصل کی تھی۔ سلم العلوم کے خطبہ میں "جعل الکلیات والجزئیات" کی تشریح میں جعلِ بسیط وجعلِ مرکب کی بحث کرتے ہوئے فلسفۂ اشراقیت کا ذکر آتا ہے۔ اس سلسلہ میں "تقسیم چہارگانہ" کا ذکر اسی انداز میں ہے جس انداز میں میں نے کیا ہے۔ چونکہ "تحریر کندیا" قاضی محمد مبارک کا خلاصہ ہے اس لئے یقین ہے کہ قاضی محمد مبارک گوپاموی رح نے اپنی شرح میں وہی "تقسیم چہارگانہ" کی ہوگی۔

میر زاہد قطبیہ کا ایک حاشیہ ہے جس کا نام "غلام یحییٰ" ہے۔ یہ اپنے مصنف کے نام سے موسوم ہے۔ حضرت مولانا غلام یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ بہار کے باشندے ہیں۔ کہہ نہیں سکتا کہ مولانا محب اللہ البہاری سے پیشتر گذرے ہیں یا بعد یا ہم عصر ہیں۔ بہر تقدیر یہ بھی بہاری ہیں منطق میں اُن کا درجہ قاضی محمد مبارک گوپاموی رح اور محب اللہ البہاری سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ حاشیہ مختصر سا ہے اور ایک ہی بحث (بحثِ علم) پر ہے۔ مگر بہت دقیق بلکہ ادق ہے۔ اور درسی ہے گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ فلسفۂ اشراق کے ذکر میں وہی "تقسیم چہارگانہ" یہاں بھی اسی انداز سے ہے جس انداز میں میں نے بیان کیا ہے۔

میں نے "میزانین" کا لفظ جو کہا ہے اس سے یہی دونوں میزانین کی طرف اشارہ ہے۔ اب "فلاسفہ" کا سنئے "شرح ہدایت الحکمۃ" مسمیٰ بہ "صدرا" مصنفہ صدرالدین شیرازی رح درسی کتاب ہے اور بہت مشہور اور معتبر مانی جاتی ہے۔ درس میں اس کا ایک حصہ یعنی "ما بعد الاجسام" ہے۔ باقی فلکیات، عنصریات اور الٰہیات نہیں ہیں۔ اس درسی حصہ میں "ابطال جزء لا یتجزیٰ" اور "ابطال اجزاء دیمقراطیسیہ" کی بحث میں جو ضمناً فلسفۂ اشراق کا ذکر آیا ہے اس مقام پر "تقسیم چہارگانہ" کا ذکر اسی پیرایہ پر ہے جس پیرایہ پر میں نے کیا ہے۔

"شرح حکمۃ العین" ایک معتبر اور مستند کتاب ہے۔ علماء ماوراء النہر (بخارا، سمرقند، تاشقند، یارقند، خیوا کرغیز وغیرہ) میں درسی ہے لیکن ہندوستان اور افغانستان میں اس کا رواج نہیں ہے۔ آج سے ۴۰ سال قبل یعنی ۱۳۲۶ھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں موسمِ گرما میں حسبِ عادتِ مستمرہ میں افغانستان چلا گیا ایک دفعہ تگاؤ (مضافات کابل) میں حضرت مولانا نوجوان آغا کے پاس "شرح عقائد نسفی" کے درس میں شریک ہوا وہاں ایک بخاری طالب علم جن کا نام محمد قاسم تھا لیکن معروف بہ دو ملا تھے۔ وہ شرح حکمت العین حضرت مولانا نوجوان آغا کے پاس پڑھ رہے تھے۔ وہ تنہا تھے اور کوئی ان کا شریکِ درس نہ تھا کیونکہ کسی کے پاس "شرح حکمۃ العین" نہیں تھی۔ میں کبھی کبھی بطور سامع شریک ہوجاتا تھا اور سنتا تھا۔ الٰہیات میں سبق تھا ایک روز عالم معاد کی بحث ہو رہی تھی۔ حشر و نشر کے متعلق مختلف مذاہب کے نظریات کا بیان تھا اشراقیوں کا بھی ذکر آیا تو وجہ حصر جو میں نے "تقسیم چہارگانہ" میں بیان کی ہے اسی انداز سے یہاں بھی بیان ہوئی اور یہ بھی ذکر ہوا کہ اشراقیوں کو رواقیین بھی کہتے ہیں کیونکہ رواق کوٹھری کو کہتے ہیں اور یہ لوگ کوٹھریوں میں بیٹھ کر مراقبہ کرتے ہیں اور اُستاد شاگرد کو توجہ سے تعلیم دیتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو اس قدر تزکیہ میں بڑھ جاتے ہیں اور ان کا آئینۂ قلب اس قدر پاک ہوجاتا ہے کہ اگر اُستاد مشرق میں اور شاگرد مغرب میں ہو تو بھی اُستاد کی توجہ سے شاگرد باخبر اور مستفیض ہوجاتا ہے اور برابر اس کو اطلاع ہوتی رہتی ہے۔ اور "مشائیوں" کی وجہ تسمیہ کا یوں ذکر تھا کہ ارسطو چونکہ سکندر کا اتالیق بلکہ وزیر تھا اُس کو امورِ سلطنت سے فرصت کم رہتی تھی۔ اس لئے جب باہر چلنے لگتا تھا تو شاگرد ساتھ رہتے اور "مشی" کی حالت میں شاگردوں کو تعلیم دیتا تھا اس لئے ان کو "مشائی" کہتے ہیں۔

جناب مولوی ظہیر الدین صاحب اعظمی پروفیسر "جامعہ دار السلام عمر آباد" نے کہا کہ "تقسیم چہارگانہ" کا ذکر "الافاضۃ القدسیۃ فی المباحث الحکمیۃ" میں بھی ہے۔ یہ کتاب جامعہ میں پڑھائی جاتی ہے اس کے مصنف مولانا حکیم محمد شریف مصطفیٰ آبادی اس وقت بقیدِ حیات ہیں اور الٰہ آباد کے کسی مدرسہ میں مدرس ہیں۔ کتاب منگوائی گئی۔ واقعی "تقسیم چہارگانہ" کا ذکر اس میں ہے جو "کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون" مصنفہ حاجی خلیفہ کی "تقسیم چہارگانہ" کے طرز و انداز پر ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

وقال الآخرون ان معرفۃ المبدأ والمعاد من وجہین احدھما طریقۃ اھل النظر والاستدلال وثانیھما طریقۃ اھل الریاضۃ والمجاھدات. والسالکون للطریقۃ الاولیٰ ان التزموا ملۃ من ملل الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام فھم المتکلمون والا فھم الحکماء المشاؤن فرئیس المشائین من المتقدمین المعلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الاوّل ارسطاطالیس ومن المتأخرین المعلم الثانی ابونصر الفارابی والشیخ الرئیس ابوعلی بن سیناء. والسالکون الی الطریقة الثانیة ان وافقوا فی ریاضتهم احکام الشرع فهم الصوفیة والا فهم الحکماء الاشراقیون۔

"الافاضة القدسیة فی المباحث الحکمیة" ص۵ مطبوعہ انوار احمدی الہ آباد

اس کتاب کو میں نے اُلٹ پلٹ کر دیکھا فاضل مصنف نے تمام مباحث حکمیہ کو جدید پیرایہ پر اس میں جمع کیا ہے گویا دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ کتاب معتبر اور مستند ہے۔

عزیزی فضل العلماء مولوی خلیل الرحمٰن اعظمی عمری مدرس جامعہ دارالسّلام عمرآباد نے بھی کہا کہ "تقسیم چہارگانہ" کا ذکر "ہدیہ سعیدیہ" میں ہے۔ کتاب مذکور جامعہ سے منگوائی گئی۔ واقعی اس میں "تقسیم چہارگانہ" ہے۔ یہ کتاب بہت معتبر اور مستند ہے اور تمام مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی ہے۔ یہ حضرت العلام مولانا محمد فضل الحق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اس کو "صدرا" اور "شمس بازغہ" کا خلاصہ کہنا چاہیئے۔ اس کے شارح حضرت علامہ موصوف کے شاگرد ہیں جن کا نام مولانا سید محمد عبداللہ بلگرامی ہے۔ ماشاءاللہ شاگرد بھی اپنے اُستاد علام کی طرح یم العلوم والفضائل اور حاوی منقول و معقول ہیں۔ ابطال جزء لا یتجزیٰ کے بعد ہدیہ سعیدیہ میں حسب ذیل عبارت ہے:

فقال الاشراقیة انه جوهر بسیط فی الخارج هو بنفسه متصل ولیس له فی الخارج جزء ان اصلا۔ وذهب بعضهم الی انه مرکب فی الخارج من جوهر وعرض هو المقدار وذهب المشائیة الی انه مرکب من جوهرین یسمی احدهما بالهیولی والاٰخر بالصورة الجسمیة۔ ونحن نرید تقریر مذهبهم وبیانه علی حسب مطلبهم فی هذا المختصر۔

شرح

قوله فقال الاشراقیة کافلاطون والشیخ المقتول شهاب الدّین السهروردی اعلم ان السعادة العظمی منوطة بمعرفة الواجب تعالی بذاته وصفاته وآثاره والطریق الیه اما الریاضة والکشف او النظر والاستدلال. فالسالکون للاوّل مع التزام الشریعة الغراء هم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

المتکلمون وبدونه الحکماء الاشراقیة لان التصفیة علة اشراق انوار المعارفة علی قلوبهم والسالکون للثانی مع التزام الشریعة الغراء هم المتکلمون وبدونه الحکماء المشائیة لان طریقهم فی الوصول هو الفکر وهو الحرکة فکانهم یمشون فی طریقهم ۱۲۰ (الهدیة السعیدیة صفحہ ۲۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی)

مجھے خیال پڑتا ہے کہ "تقسیم چہارگانہ" کا ذکر "شمس بازغہ" میں بھی ہے۔ شمس بازغہ پڑھکر کم و بیش پچاس سال کا عرصہ گذرتا ہے پھر دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ میرے خیال میں "بحث حرکت" میں اس کا ذکر ہے اور اسی انداز پر ہے جس طرح شارح "ہدیہ سعیدیہ" نے ذکر کیا ہے۔ یہاں مختصر الفاظ میں ہے اور شمس بازغہ میں شرح و بسط کے ساتھ ہے۔

میں نے جو فلاسفہ کا ذکر "تقسیم چہارگانہ" میں کیا ہے وہ متذکرہ بالا کتابوں کے مصنفین کی طرف اشارہ ہے اب رہا متکلمین کا معاملہ تو "شرح عقائد نسفی" "شرح مقاصد" اور "شرح مواقف" میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ البتہ شرح عقائد کے محشی "خیالی" میں تقسیم چہارگانہ کا ذکر ہے لیکن یاد نہیں پڑتا کہ کس مقام پر ہے مگر ہے ضرور۔ "خیالی" بھی درسی کتاب ہے۔ میں نے خود یہ کتاب پڑھی ہے۔ بہت ہی مغلق اور ادق ہے۔ اس کے اغلاق کے ثبوت میں یہ قطعہ سنئے۔

خیالاتِ خیالی بس بلند است — دریں جا فکرِ فل احمد نہ جند ست
مگر عبدالحکیم از فکرِ عالی — کہ حل کردہ خیالاتِ خیالی

"خیالی" علم کلام کی مستند کتاب ہے اور چونکہ اس میں میری "تقسیم چہارگانہ" کا ذکر ہے اس لئے "متکلم" کا لفظ میں نے استعمال کیا ہے۔

"کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون" کا نام تو ایک عرصہ سے سنتا رہا ہوں لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ کس کی تصنیف ہے۔ حاجی خلیفہ کا نام بھی کبھی سنا نہ تھا۔ فاضل جلیل جناب ڈاکٹر غوری صاحب کی بدولت سننے میں آیا جس سے مجھے کافی مدد ملی۔ اگر ان کو بھی متکلمین میں شامل کیا جائے تو جمع کا لفظ (متکلمین) جو میں نے استعمال کیا ہے صحیح ہو سکتا ہے۔ یہ "جمع فوق الواحد" کہلائی جاتی ہے۔ اردو میں تثنیہ استعمال نہیں ہوتا۔

یہ جو لکھا گیا ہے یہ ان یادداشتوں کا مجموعہ ہے جو میرے مخیلہ دماغ میں مخزون تھے۔ ورنہ میرے پاس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سوائے طبی کتبِ درسیہ کے اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ میں نے ان تین فنون (منطق، فلسفہ اور علم کلام) کے حصول میں ساڑھے سات سال صرف کئے تھے ان متون اور شروح کی عبارتیں اب بھی حافظہ میں علیٰ حالہا محفوظ ہیں۔ سلم العلوم کے بہت سے مباحث یاد ہیں۔

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے "غبارِ خاطر" میں ایک جگہ تحریر فرمایا ہے:۔

"آج تک ان متون کا ایک ایک لفظ حافظہ میں موجود ہے۔ "خلاصہ کیدانی" کی لوح کا شعر تک بھولا نہیں، کسی افغانی ملا نے کے دانی اور کیدانی کی تک بندی کی تھی۔ ؎

تو طریقِ صلوٰۃ کے دانی　　گر نہ خوانی خلاصہ کیدانی

مجھے بھی اچھی طرح سے یاد ہے کہ "خلاصہ کیدانی" کی لوح پر شعر متذکرہ بالا موٹے حروف سے دو سطروں میں یعنی پہلا مصرعہ اوپر اور دوسرا مصرعہ نیچے لکھا ہوا اب تک آنکھوں کے سامنے گردش کر رہا ہے۔

ہمارے "سوات" نیز فرانٹیر اور آزاد قبائل میں جب لڑکا قرآن شریف ختم کرلیتا ہے تو متصل اس کے "خلاصہ کیدانی" شروع کرا دیتے ہیں۔ اس کے متعلق ایک لطیفہ بھی سنئے۔ لڑکا قرآن شریف ختم کرکے "مِنَ الجِنَّةِ وَالنَّاسِ" جب پڑھ لیتا ہی تو پشتو میں کہتا ہے "اُستاذہ تہ پکے کڑ یگا زہ تے خلاص" یعنی اے استاد تم اس میں پھنسے رہو میں تو رہا ہو گیا۔ یعنی قرآن ختم کرکے تمہاری گرفت سے نکل گیا۔ اس کے جواب میں اُستاد کہتا ہے "چرتہ بہ خلاصیگے خلاصہ مے در پلاس" یعنی کہاں تم چھٹکارہ پاؤ گے "خلاصہ" تیرے ہاتھ میں دیا ہوں۔

"یہ خلاصہ" وہی کتاب ہی جس کے ایک مسئلہ پر تمام افغانستان قبائل اور سرحد میں ایک زمانہ دراز تک ہنگامہ برپا تھا۔ اس میں اشارہ بالسبابہ وقتِ تشہد میں حرام بتایا ہے چنانچہ محرمات میں یہ عبارت ہی "والاشارۃ بالسبابۃ عند التشہد کاھل الحدیث" اہلِ حدیث کی طرح اشارہ بالسبابہ تشہد کے وقت حرام ہے یہی وجہ تھی کہ متذکرہ بالا ممالک میں اشارہ بالسبابہ کا قطعی رواج نہ تھا۔

سوات میں ایک بڑے صاحبِ قوتِ قدسی بزرگ گذرے ہیں جن کا نام عبدالغفور اور عرف "اخوند صاحب سوات" ہے۔ بہت مشہور اہل اللہ تھے۔ قبائل، سرحد، افغانستان اور پنجاب میں لاکھوں مرید تھے۔ اُن کے دو مشہور خلیفہ کے درمیان اشارہ بالسبابہ پر مباحث ہوئے ہیں اور معاملہ بہت نازک صورت تک پہنچ چکا تھا۔ ایک کا نام حضرت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ مشہور بہ "ملائے ہڈہ" اور دوسرے کا نام حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مشہور بہ "ملائے مانکی شریعت" ہے۔ اول الذکر بڑے مجاہد تھے اور آزاد قبائل میں بہ مقام چمرقند سکونت پذیر تھے۔ اور اکثر انگریزوں کے ساتھ معرکہ آرا رہتے تھے۔ انھوں نے ہی اشارہ بالسبابہ کی ترویج اور تبلیغ شروع کی کہ یہ سنت نبویؐ ہے۔ اس کو ترک کرنا معصیت ہے۔ اس کے خلاف موخر الذکر بزرگ نے اشارہ بالسبابہ کی حرمت کا فتویٰ دیا اور ثبوت میں "خلاصہ کیدانی" کا قول متذکرہ بالا پیش کیا۔ حالانکہ اس پر ملا علی قاری رح اور قہستانی کا حاشیہ بھی تھا کہ قول متذکرہ بالا صحیح نہیں ہے۔ اس میں ایمان کا خطرہ ہے۔ کیونکہ قول اور فعل نبیؐ کو حرام کہنا شریعتِ مصطفویہ میں جرم عظیم ہے۔ دونوں طرف سے خوب اشتہار بازی اور رسالہ بازی ہوتی رہی۔ ان دونوں بزرگوں کی حیات تک تو معارکے نے بہت شدت اختیار کی تھی۔ اس کی شدت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک روز جبکہ میری عمر کم و بیش ۱۲ سال کی تھی ایک شخص کنڑ کا باشندہ جو حضرت مولانا نجم الدین رح کا مرید تھا "اخوند صاحب سوات" کے مزار کو بغرض زیارت گیا تھا۔ واپسی کے وقت علاقہ موسیٰ خیل سوات کی ایک مسجد میں نماز ظہر پڑھ رہا تھا۔ تشہد کے وقت انگلی اٹھائی اور اشارہ بالسبابہ کیا تو شہباز خاں نے جو حضرت مولیٰنا عبدالوہاب کے مرید تھے اور بہت متشدد مشہور تھے، بیچارے مسافر کی وہی انگلی توڑ دی اور کچھ مارا پیٹا بھی مغرب کے وقت وہ تھانہ میں جو ہمارا پیدائشی مقام ہے وہاں آہ و بکا کی حالت میں پہنچے۔ والد صاحب گھر پر لے آئے اور مرہم پٹی کی۔ ایک ہفتہ تک سخت تکلیف میں مبتلا رہے۔ اچھے ہو گئے تو چلے گئے۔ والد صاحب حضرت مولانا نجم الدین صاحب کے طرفداروں میں تھے۔ مولانا عبدالوہاب صاحب کے مرید ہم لوگوں کو "ہڈہ وال" کہتے تھے یعنی ملائے ہڈہ کے طرف دار۔ والد صاحب نے ایک خط ملائے مانکی کی خدمت میں لکھا کہ آپ کے فلاں مرید نے اشارہ بالسبابہ کے جرم میں ایک مسافر کی انگلی توڑ دی ہے۔ وہاں سے جواب آیا کہ جو شخص نماز میں "حرام فعل" کا قصداً مرتکب ہو تو اس کی سزا اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔ یہ واقعات تاریخی ہیں اس لئے میں نے دہرا دیئے

اب میرے حافظہ کا ایک اور واقعہ سنیئے۔ میں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کا بجان و دل معتقد ہوں۔ چونکہ انھوں نے اپنے حافظہ کی تیزی اور قوت کے ثبوت میں "خلاصہ کیدانی" کا ذکر کیا ہے میں بھی اُن کی تقلید میں ایک مختصر سا واقعہ بیان کرتا ہوں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میری عمر ۱۴۔ ۱۵ سال کی تھی کہ منطق کی ابتدائی کتاب "ایساغوجی" شروع کی۔ لوح پر جو قطعہ چھپا ہوا تھا وہ اب تک نوکِ زبان ہے۔

مثالے راکہ در شرطیہ گفتہ — بگو با منطقی کاں ہست مردود
رخ و زلفین یارم را نظر کن — کہ شمس طالع ست و لیل موجود

قضیہ شرطیہ کی مثال منطق میں یہ پیش کرتے ہیں کہ "ان کانت الشمس طالعۃً فالنہار موجودٌ" اب شاعر کہتا ہے کہ یہ مثال غلط ہے کیونکہ میرے یار کے رُخ اور زلف کو دیکھو کہ "رُخ" جو آفتاب ہے اور "زلف" جو رات ہے دونوں یکجا جمع ہیں۔ شعراء نے ہمیشہ چہرے کی تشبیہ "شمس" اور "شمع" سے دی ہے۔ اور زلف کی "رات" سے۔

بلبلِ شیراز کا ترانہ سُنیئے۔ ؎

بیاضِ روئے تو روشن چوں عارضِ خورشید — سوادِ موئے تو تاریک تر ز ظلمتِ داج
سوادِ موئے تو تفسیرِ جاعل الظلمات — بیاضِ روئے تو تبیانِ فالق الاصباح

ایک اور جگہ نواسنج ہیں ؎

شبِ تیرہ چوں سر آرم رہِ پیچ پیچ زلفت — مگر آنکہ شمع رویت بر ہم چراغ دارد
بفروغِ چہرہ زلفت ہمہ شب زند رہِ دل — چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

"بُرہان" بابت ماہِ جون میں جب فاضلِ جلیل جناب ڈاکٹر غوری صاحب کا مضمون شائع ہوا تو ہفتہ عشرہ تک مجھے اس کا علم نہ ہو سکا۔ کیونکہ "بُرہان" میرے پاس نہیں آتا تھا۔ جب معلوم ہوا تو عمر آباد ہو آیا وہاں "جامعہ دارالسلام" میں بُرہان آرہا ہے۔ پرچہ دیکھا اور کچھ نوٹس بھی لیے۔ چونکہ مضمون پر نمبر نہیں تھا اور نہ اخیر میں "باقی دارد" تھا اس لیے سمجھا کہ جناب ڈاکٹر صاحب کا مضمون صرف اسی قدر ہے۔ میری آنکھیں چونکہ طویل مضمون لکھنے کی متحمل نہیں ہیں۔ اس لیے میں نے اپنے ایک عزیز کے ہاتھ سے مضمون متذکرہ بالا لکھوا کر ۲۲ جولائی ۱۹۶۰ء کو "برہان" بھیجدیا۔ پھر جب ماہ جولائی کے بُرہان میں ڈاکٹر غوری صاحب کے مضمون کی دوسری قسط چھپی اور میری نظر سے گذری جس کی پیشانی پر نمبر ۲ لکھا تھا تو فوراً میں نے جناب مدیر صاحب بُرہان کی خدمت میں لکھا کہ میرے مضمون کی اگر کتابت نہ ہوئی ہو تو واپس کر دیجیئے کیونکہ ڈاکٹر صاحب کے مضمون کی دوسری قسط سے بہت سی باتوں کا انکشاف ہوا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ان انکشافات کی روشنی میں اپنا مضمون مکمل کر کے بھیجدوں گا۔ چنانچہ انھوں نے مضمون واپس کر دیا اور لکھا کہ جناب ڈاکٹر غوری صاحب کے مضمون کا سلسلہ جاری ہے ستمبر تک چلیگا۔ ستمبر کی قسط دیکھ کر مضمون مکمل کر کے بھیجدو۔ ابھی جلدی نہیں ہے۔ اس لئے ستمبر کی قسط کا میں نے انتظار کیا۔ جناب ڈاکٹر صاحب کے مضمون کی ستمبر کی قسط بھی دیکھ لی اب میں اپنا مضمون مکمل کر رہا ہوں۔ جناب ڈاکٹر غوری صاحب کا عالمانہ اور محققانہ مضمون اچھا خاصا طویل ہے۔ برہان کے چار پرچوں (جون، جولائی، اگست اور ستمبر) میں چھپ چکا ہے اور برہان کے ۹۰ صفحوں پر پھیلا ہوا ہے۔ فاضل جلیل جناب ڈاکٹر غوری صاحب کی علمی تحقیق و کاوش اور تتبع و استقرار کی داد دینے سے میرا قلم قاصر ہے۔ قدرت نے آپکو ذہنِ رسا، طبعِ سلیم اور بے نظیر قوتِ فیصلہ عطا فرمائی ہے۔ اُن کی رائے صائب کی میں تردید کرنا نہیں چاہتا۔ اور نہ مجھ میں ان کی رائے صحیح کو مسترد کرنے کی قابلیت ہے۔ اُنھوں نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہی صحیح ہوگا۔ لیکن اپنی اُفتادِ طبیعت سے مجبور ہوں۔ نسلاً افغان اور پچھتر سالہ بوڑھا ہوں اس لئے طبیعت کو قابو میں رکھنا میرے بس سے باہر ہے۔ ؎

ضبط کروں میں کب تک آہ
چل مرے خامہ بسم اللہ

برہان بابت ماہ جون میں جناب ڈاکٹر صاحب نے جو میرا تعاقب کیا ہے متذکرہ بالا مضمون کو اس کا جواب سمجھنا چاہیئے۔ اب جولائی کی قسط کے متعلق گذارش ہے۔ یہ قسط کافی طویل اور بہت سے اہم تاریخی معلومات پر مشتمل ہے۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے شیخ شہاب الدین مقتول کو مشائی ثابت کرنے پر بہت زور لگایا ہے اور مستحکم و سدید دلائل اس بارے میں پیش کئے ہیں لیکن کہنے والے کو پھر بھی کہنے کا موقعہ باقی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ شہاب الدین مقتول اشراقی نہیں ہیں کیونکہ اشراقیت کی جو شروط ہیں وہ ان میں پائی نہیں جاتیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ "اشراقی کی جو تعریف دی گئی ہے کہ (۱) تابع دین سماوی نہ ہو اور (۲) بحث و استدلال سے کام نہ لیتا ہو بلکہ مکاشفہ اور ذوقِ عمل پر عمل پیرا ہو کیونکہ نہ تو وہ دین سماوی (اسلام) کا منکر تھا اور نہ بحث و استدلال کا۔" جناب ڈاکٹر صاحب نے "انکار" اور "عدم اتباع" کو مساوی قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں عموم خصوص مطلق ہے۔ ایک مادۂ اجتماع ہے اور دوسرا مادۂ افتراق۔ جیسے انسان اور حیوان میں عموم خصوص مطلق ہے "کل انسان حیوان" یہ قضیہ تو صحیح ہے لیکن "کل حیوان انسان" صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ فرس، بقر اور غنم وغیرہ حیوان تو ہیں لیکن انسان نہیں۔ اور سنیئے:۔

"کذب اور انکار" میں بھی عموم خصوص مطلق ہے، ہر کذب انکار ہے لیکن ہر انکار کذب نہیں ہے۔ اگر کوئی سہواً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی واقعہ سے انکار کرتا ہو تو یہ جھوٹ نہیں کہلایا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے "جحد آدم فجحدت ذریتہ" انکار کیا آدم نے پس انکار کیا اس کی اولاد نے۔ یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام کو عالمِ ارواح میں اُن کی اولاد کی ارواح پیش کی گئیں ان میں سے ایک رُوح ان کو بہت پسند آئی جو حضرت داؤد علیہ السّلام کی رُوح تھی۔ حضرت آدمؑ نے پوچھا یہ کس کی روح ہے۔ جواب ملا تمہاری اولاد میں سے ایک پیغمبر کی۔ پوچھا ان کی عمر کتنی ہے۔ جواب ملا ۶۰ سال۔ حضرت آدمؑ نے افسوس کیا کہ بہت کم عمر ہے۔ پھر پوچھا ان کی عمر کچھ بڑھ نہیں سکتی۔ جواب ملا کہ اگر تم اپنی عمر میں سے کچھ حصّہ دے دو تو بڑھ سکتی ہے۔ حضرت آدمؑ نے اپنی عمر میں سے ۴۰ سال دے دیئے۔ جب حضرت آدمؑ کی عمر نو سو ساٹھ ۹۶۰ سال کی ہوگئی تو حضرت عزرائیلؑ روح قبض کرنے کی غرض سے تشریف لائے۔ حضرت آدمؑ نے کہا میری عمر ابھی پُوری نہیں ہوئی ہے ابھی ۴۰ سال باقی ہیں۔ حضرت عزرائیلؑ نے کہا کہ نہیں عمر پُوری ہوگئی ہے لیکن حضرت آدمؑ برابر انکار کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ آدم نے اپنی عمر میں سے ۴۰ سال حضرت داؤدؑ کو دیئے ہیں۔ جب اُن کو معلوم ہوگیا تو خاموش ہوگئے۔ اس انکار کو جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ جھوٹ گناہِ کبیرہ ہے۔ اور مسلم الثبوت عقیدہ ہے کہ "الانبیاء معصومون قبل النبوۃ وبعدھا"۔ اسی طرح شیخ شہاب الدین مقتول کا دین سماوی (اسلام) کے متبع نہ ہونے سے انکار لازم نہیں آتا۔ اس لئے وہ مسلمان تھے۔ البتہ اگر دین کا انکار ہو تو پھر کافر کہلانے کے مستحق سمجھے جا سکتے ہیں مگر شیخ شہاب الدین مقتول ایسے نہ تھے اسلام سے اُنھوں نے انکار نہیں کیا تھا لیکن دینِ اسلام کے پابند نہ تھے آزاد مشرب تھے۔ مسلمانانِ ہند میں کئی ایک قومیں ایسی ہیں کہ شریعتِ غرا مصطفویہ کی پابند نہیں ہیں پھر بھی وہ مسلمان ہیں مثلاً میمن، خوجہ اور سرحد کے پٹھان۔ ان لوگوں کے یہاں لڑکیوں کو میراث نہیں ہے۔ اگر کوئی مر جائے اور اس کی لڑکی میراث کے لئے عدالتی چارہ جوئی کرے تو کورٹ کی طرف سے بھی لڑکی کو کوئی حصّہ نہیں مل سکتا کیونکہ قبائل متذکرہ بالا کے یہاں لڑکی محروم الارث ہے۔ دیکھئے یہاں کس قدر شریعتِ غرا کا عدم اتباع ہوا ہے۔ پھر بھی ان قبائل کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ انکار نہیں ہے۔ وہ لوگ قائل تو ہیں کہ شرعاً لڑکی محروم الارث نہیں ہے۔ ایک اور بیّن مثال پیش کی جاتی ہے۔ سورۂ مائدہ کے ایک رکوع میں تین وعیدیں آئی ہیں:۔

(۱) مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ " (۲) مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَاُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۳) مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اب ممالکِ اسلامیہ میں سے کوئی بھی ملک بتایئے جس کا عمل "بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ" پر ہو۔ کوئی اسلامی ملک ایسا نہیں ہے جس کی عدالت شرعی ہو۔ ہر ایک کے فیصلے جج، منصف اور مجسٹریٹ وغیرہ کرتے ہیں۔ جن کو "ما انزل اللّٰہ" سے دور کی بھی نسبت نہیں ہے سب کے سب پابندِ شریعتِ غرا مصطفویہ نہیں ہیں گویا تابعِ دینِ سماوی نہیں ہیں۔ پھر بھی ان ججوں، منصفوں اور حاکموں کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ان لوگوں کو شریعت اور اس کے فیصلہ جات سے انکار نہیں ہے لیکن اس کی اتباع نہیں کرتے۔ شیخ الاشراق شہاب الدین مقتول اسلام کے منکر نہ تھے اس لئے مسلمان کہلانے کے وہ مستحق ہیں لیکن پابندِ شریعتِ غرا نہ ہونے کی وجہ سے ان کو غیر تابعِ دینِ سماوی (اسلام) کہا جاسکتا ہے۔ فاضل جلیل جناب ڈاکٹر غوری صاحب کا یہ فرمانا — "دریں حالات یہ نہیں کہا جاسکتا کہ سہروردی دائرۂ اسلام سے خارج تھا یا تابعِ دینِ سماوی نہ تھا۔ یہ صحیح ہے کہ وہ دیندار، متبعِ کتاب و سنّت نہیں تھا مگر کافر زندیق بھی نہیں تھا" صرف ان کے مزعومات پر مبنی کہا جاسکتا ہے ورنہ حقیقت ایسی نہیں ہے۔ کما مرّ ۱ انتہا"

شیخ شہاب الدین مقتول کی اشراقیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے اخیر عمر میں "حکمۃ الاشراق" تصنیف کی ہے جو اشراقی فلسفہ کی مستند اور معتبر کتاب ہے۔ جناب ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ "اس کی عمر سوائے آخر کے چند سالوں کے مشائیت ہی کے نقش قدم پر چلنے میں گذری اور یہ بھی واقعہ ہے کہ اس کی متعدد تصانیف میں سے صرف "حکمۃ الاشراق" ہی اشراقی فلسفہ پر ہے (اور وہ بھی جزواً کیونکہ یہ حکمت ذوقیہ اور حکمۃ بحثیہ دونوں پر مشتمل ہے) ورنہ باقی مشائی فلسفہ ہی کی توضیح و تبیین اور شرح و تلخیص پر ہیں" ایک اور جگہ رقمطراز ہیں۔ وہ بتیس سال تک تو صرف بحث و استدلال سے ہی کام لیتا تھا۔ اور آخر زمانہ میں بھی ہر چند کہ وہ ذوق و مکاشفہ ہی پر عمل پیرا تھا بحث و نظر سے دستبردار نہیں ہوا" گویا شہاب الدین مقتول اس شعر کا مصداق تھا۔ ۵

گہہ بُت شکنم گاہ بہ مسجد زنم آتش
از مذہبِ من گبر و مسلماں گلہ دارد

لیکن میرے خیال میں شہاب الدین مقتول اس وضع و قماش کا آدمی نہ تھا وہ اخیر وقت میں بجا اشراقی تھا ان کا مسلک "معجونِ مرکب" نہ تھا۔ جناب ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ بتیس سال تک مشائی تھا اور آخر زمانہ میں وہ مکاشفہ اور مجاہدہ پر عمل پیرا رہا خود اس کی اشراقیت کی پختہ دلیل ہے منطق کا یہ مسلم الثبوت مسئلہ ہے کہ "نتیجہ تابع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جنس ارذل کا ہوتا ہے "۔ پھر شہاب الدین کے آخری چار سال ناجی تبیس سالہ مشائیت ہیں۔ غور کیجئے کہ اگر کوئی شخص ساری عمر بدکار و بدکردار رہا ہو، زانی اور میخوار رہا ہو، جھوٹا اور دھوکہ باز رہا ہو، حرامخور اور چور رہا ہو لیکن آخر عمر میں حج کر کے آجائے تو اُسے حاجی کہنا چاہیئے یا اس کا لحاظ کرتے ہوئے کہ اس کی ساری عمر بدکاری اور بدکرداری میں گذری ہے، وہ حاجی کہلانے کا مستحق نہ ہوگا! — حکمۃ الاشراق لکھنے کے بعد اس کو اشراقی نہ کہنا حقائق سے چشم پوشی ہے۔ اب رہی یہ بات کہ حکمۃ الاشراق میں مشائی فلسفہ کا ذکر ہے تو وہ "ضمناً" ہے "اصالتاً" نہیں۔ اصالتاً تو وہ اشراقی فلسفہ کی کتاب ہے اور اسی غرض سے لکھی گئی ہے۔ ہماری جتنی کتابیں ہیں وہ سب خلطِ مبحث سے مملو ہیں۔ ایک فن کی کتاب میں دوسرے فن کے مباحث آجاتے ہیں۔ مثلاً "شرح جامی" کو لے لیجئے اس کی ابتدا ہی میں حاصل و محصول کی جو بحث ہے اگر اس کو دیکھا جائے تو شرح جامی بالکل منطق کی کتاب معلوم ہوتی ہے حالانکہ وہ نحو کی کتاب ہے۔ اس قسم کے مباحث سے اس کی نحویت پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ اس قسم کے مباحث کو ضمنیات کہتے ہیں۔ اکثر مصنفین کا یہ شعار رہا ہے لیکن ایک شیخ بوعلی سینا ہیں جن میں یہ کمال ہے کہ جس فن میں وہ لکھتے ہیں خاص اس فن کے موضوع ہی سے بحث کرتے ہیں۔ خلطِ مبحث کے وہ مطلقاً عادی نہیں ہیں۔ طب میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں سب میں پہلا مسئلہ عناصرِ اربعہ کا شروع ہوتا ہے اس پر بحث ہوتی ہے، وجہ انحصار بیان کی جاتی ہے۔ غرضکہ طویل بحث و مباحثہ ہوتا ہے جسے پڑھکر یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ طب کی کتاب نہیں ہوسکتی بلکہ طبیعیات کی ہوسکتی ہے۔ لیکن شیخ الرئیس "قانون" میں صرف اس قدر کہہ کر "فلیسلم الطبیب من الطبعی انہا اربعۃ" اخلاط کی بحث شروع کر دیتا ہے۔ شیخ الاشراق نے اگر اپنی معرکۃ الآرا تصنیف (حکمۃ الاشراق) میں مشائی فلسفہ کا ذکر کیا ہے تو وہ ضمناً اور خلطِ مبحث ہوگا اصالتاً نہیں ہوسکتا۔ میں نے اپنے خط بنام جناب ڈاکٹر حافظ محمد یوسف کوکن میں صرف اس قدر لکھا تھا کہ شہاب الدین مقتول اشراقی بلکہ شیخ الاشراق ہے کیونکہ "صدرا" کی بحث اثبات ہیولیٰ میں وہ اس لقب سے یاد کیا گیا ہے اور اشراقیوں کے زمرہ میں شامل ہے۔ جناب ڈاکٹر غوری صاحب کو بھی اس سے انکار نہیں ہے کہ "صدرا" میں اسی لقب (شیخ الاشراق) سے موسوم ہے۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے اس کا بھی ذکر کیا ہے کہ قطب الدین شیرازی نے بھی اسی لقب (شیخ الاشراق) سے شہاب الدین مقتول کو یاد کیا ہے بلکہ اس پر اچھے اور مستحکم دلائل پیش کئے ہیں۔ یہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے یہ فاضل جلیل جناب ڈاکٹر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عزری صاحب کے مضمون مطبوعہ "برہان" ماہ جولائی کے متعلق تھا۔ اب تیسری قسط یعنی "برہان" بابت ماہ اگست کے متعلق سنیئے۔ یہ قسط بھی بہت اہم اور تاریخی معلومات پر مشتمل ہے اور جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کے تبحر علمی کا کافی ثبوت ہے۔ اس کی ابتدا میں آپ نے فرمایا ہے کہ شہاب الدین کی اشراقیت کا دعویٰ مصادرہ علی المطلوب ہے۔ یہاں مصادرہ علی المطلوب کیونکر ہو سکتا ہے۔ مصادرہ علی المطلوب تو اسے کہتے ہیں کہ مدعیٰ نفس دلیل ہو اور یا جزو دلیل۔ اول الذکر کی صورت میں یا تو تعریف المجہول بالمجہول اور یا تعریف المعروف بالمعلوم (تحصیل الحاصل) لازم آئے گا۔ اور یہ دونوں صورتیں باطل ہیں۔ ثانی الذکر کی صورت میں یا تو مدعیٰ صغریٰ اور یا کبریٰ ہوگا اور یا مقدم یا تالی۔ ان تمام صورتوں میں نتیجہ صحیح طور پر نہیں نکل سکتا۔ میں نے جو لکھا تھا کہ حضرت علامہ ابن تیمیہؒ نے شیخ شہاب الدین مقتول کو مشائیوں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے یہ اس پر سخت ظلم ہے۔ اس پر جناب ڈاکٹر صاحب برافروختہ ہو کر فرماتے ہیں "پھر مسئلہ کو فاضل مقالہ نویس کی تلخیِ تنقید نے اہم بنا دیا ہے ایک علامۂ دوراں (یہ حضرت ابن تیمیہؒ کی طرف اشارہ ہے) کی جانب ظلم کا انتساب کیا جا رہا ہے"۔

حضرت امام ہمام ابن تیمیہؒ نے کسی کو نہیں چھوڑا ہے۔ ان کی شریعت آلود تلوار نے بہتوں کو زخمی بلکہ سر بریدہ کر دیا ہے۔ فقرا رفاعیہ ہوں یا صوفیائے کرام، امام غزالی ہوں یا امام رازی، شیخ بو علی سینا ہو یا فارابی سب اُن کی شریعت نواز تیغ سے نالاں ہیں جس کسی کو بھی دیکھا اس کا قدم صراط مستقیم پر نہیں ہے سخت ضرب لگا دی۔ ان میں رو، و ریا، اور مصلحت بینی نہیں ہے۔ خدا اور خدا کے رسول کے سوا اور کسی سے خائف نہیں ہیں۔ ے

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں ۔۔۔ تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

خود مولانا حافظ ڈاکٹر محمد یوسف کوکن مصنف "امام ابن تیمیہ" شکوہ سنج ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"امام موصوفؒ اپنی کتابوں میں جابجا اسلامی نان فلاسفہ و متکلمین و منطقیین پر بڑی سخت تنقیدیں کی ہیں، شیخ بو علی بن سینا، امام غزالی، امام رازی، شیخ شہاب الدین سہروردی مقتول، شیخ محی الدین ابن عربی، شیخ عبدالحق بن سبعین وغیرہ کو جابجا مطعون کیا ہے اور اُن کے متعلق بہت بُری رائے ظاہر کی ہے۔ انھوں نے کئی جگہ بہت ہی سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ علمی مباحث میں اس قسم کی دل آزار تحریریں نہیں ہونی چاہئیں، ہر ایک نے اپنے نظریہ کے مطابق اسلام اور مسلمانوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

...کچھ نہ کچھ خدمت کی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا عربی ادب میں ایک مقام ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہم کئی جگہ بیان کر چکے ہیں کہ ابن تیمیہ رح میں غیر معمولی حدت اور شدت تھی جوش میں آکر ایسی باتیں لکھ جاتے ہیں جو علمی مباحث میں مناسب نہیں معلوم ہوتیں اگر انکی یہ حدت اور شدت نہ ہوتی تو اُن کا زبردست سے زبردست مخالف بھی ان کا احترام کرنے کے لئے تیار ہو جاتا لیکن ان کی اِن فطری کمزوریوں کی بنا پر امام موصوف کی غیر معمولی قابلیت اور لیاقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی تمام تصنیفات ان کی فطری ذہانت و ذکاوت پر شاہد ہیں اس سے کسی کو کوئی انکار نہیں ہو سکتا۔" "امام ابن تیمیہ" ص۴۴۵

کسی کو اس کی مرضی اور منشار کے خلاف جگہ پر کھڑا کر دینا اس کو زبردستی اور ظلم کہا جا سکتا ہے۔ اب جناب ڈاکٹر غوری صاحب کے مضمون کی اخیر قسط یعنی ستمبر والی قسط کی سنئے۔ یہ قسط تمام قسطوں سے زیادہ اہم اور علمی تحقیق پر مبنی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے صدرا کا مطالعہ امعانِ نظر سے کیا ہے اور خوب ورق گردانی فرمائی ہے۔ اس قسط کے دیکھنے سے مجھے ان تمام مسائل و مبحث کا استحضار ہو گیا جو مرور زمانہ سے میرے حافظہ سے محو و منسی ہو گئے تھے جزاہ اللہ فی الدارین خیرا۔ باوجودیکہ اُن کی یہ تحقیق اور کاوش صحیح بلکہ اصح ہے۔ پھر بھی عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ میں نے شہاب الدین کی عدم مشائیت کی یہ دلیل پیش کی تھی کہ شیخ شہاب الدین مقتول مشائی نہیں بلکہ اشراقی ہے کیونکہ "صدرا" میں بحث اثباتِ ہیولیٰ میں مشائیوں اور اشراقیوں کی جو لڑائی ہے اس میں اشراقیوں کی طرف سے مشائیوں کے مقابلہ میں شیخ شہاب الدین مقتول (شیخ الاشراق) اشراقیوں کے سپہ سالار معلوم ہوتے ہیں اور مشائیوں پر سخت حملے کر رہے ہیں۔ اور اُنکے دلائل کی بڑی عمدگی سے تردید کر رہے ہیں۔ اس کے متعلق جناب ڈاکٹر غوری صاحب فرماتے ہیں کہ "یہ استدلال محلِ نظر ہے"۔ جناب ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ اشراقیوں اور مشائیوں کی لڑائی کوئی لڑائی نہیں ہے بلکہ جنگِ زرگری ہے۔ اصل لڑائی فلاسفہ اور متکلمین کی ہے اور بڑے معرکہ کی لڑائی ہے — میں اپنے قول مذکرہ بالا کے ثبوت میں پہلے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جسم طبعی جو قابل ابعاد ثلاثہ (طول، عرض، عمق) ہو اُس کے ترکب سے کئی ایک مذہب بنتے ہیں۔ یا تو وہ[1] اجزاء لا تتجزیٰ سے مرکب ہوگا۔ یہ مذہب جمہور متکلمین کا ہے اور یا[2] اجزاء صغارہ صلبیہ سے مرکب ہوگا۔ یہ مذہب دیمقراطیس کا ہے ان دونوں کا مآل ایک ہے۔ اور یا[3] مرکب ہوگا مادہ (ہیولیٰ) اور صورت سے۔ یہ مذہب فلاسفہ مشائیوں کا ہے اور اشراقیوں کا مذہب یہ ہے انہ جوھر بسیط فی الخارج ھو بنفسہٖ متصل ولیس لہ فی الخارج جزء ان اصلاً۔ (ہدیہ سعیدیہ ص۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیخ شہاب الدین مقتول نے "حکمۃ الاشراق" میں اپنے اس مذہب کی تائید میں بہت مستحکم اور وزنی دلائل قائم کئے ہیں اور ہیولیٰ اور صورت کا ابطال کیا ہے۔ ترکیب جسم میں اور بھی کئی ایک مذاہب ہیں۔ مثلاً عبدالکریم شہرستانی (صاحب ملل و نحل) کا مذہب، نظام کا مذہب، بعض معتزلہ کا مسلک وغیرہ وغیرہ۔

ملا صدرالدین شیرازی مشائی فلسفہ کا بہت بڑا مبلغ ہے اپنے نظریہ کے سوا جتنے مذاہب ہیں، سبکی وہ تردید کر رہا ہے۔ اس سلسلہ میں حکمۃ الاشراق سے شیخ الاشراق کے اقوال کی نقل کرتا ہے اور پھر اُن کی تردید کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔ جو زور اُن کے دلائل میں متکلمین کے مقابلہ میں ہے وہ زور اور شان و شکوہ شہاب الدین مقتول کے مقابلہ میں نہیں ہے۔ میرے پاس نہ "صدرا" ہے نہ "حکمۃ الاشراق" ورنہ میں اس بارے میں عبارتیں نقل کرتا۔ ملا صدرالدین شیرازی شہاب الدین کا نام بڑی عزت سے لیتا ہے اور اس کو شیخ الاشراق کے معزز لقب سے یاد کرتا ہے۔

دماغ پہلے سے خشک تھا اب اس خشک موضوع نے خشک تر کر دیا ہے۔ اس لئے اشہبِ قلم آگے بڑھنے سے پاشنہ خور ہو رہا ہے۔ ؎

اب خون کے آنسو بھی نہیں دیدۂ تر میں
ایسی بھی کوئی آگ لگا دے نہ جگر میں

شیخ الرئیس نے قانون کے ضمیمہ میں لکھا ہے کہ جب لکھتے لکھتے اور مطالعہ کرتے کرتے میں تھک جاتا تھا تو اقداح سے کام لیتا تھا اور ان کی مدد سے میں پھر تازہ دم ہو جاتا تھا۔ اب ہم بھی باتباع شیخ الرئیس چند اقداح نوشِ جان کر رہے ہیں لیکن ہمارے قدحوں اور شیخ الرئیس کے اقداح میں فرق ہے۔ ہمارا قدحہ نوشِ جان فرمائیے ؎

در تنگنائے عکس نقیضے خیالِ دوست
ترسم کہ صورتم ز ہیولیٰ جدا شود

ممکن بود کہ ہستی واجب فنا شود
ایں ممتنع کہ مہرِ تو از من جدا شود

یہ قطعہ میں نے پہلے پہل میرے کرم گستر مولانا افضال الحق صاحب رامپوری مرحوم کی زبان سے سنا تھا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سنہ ۱۹۱۴ء میں ایک ضرورت سے میں لکھنؤ سے نزیلِ رامپور ہوا۔ دوسرے روز مولانا صاحب موصوف سے ملنے کی غرض سے مدرسہ عالیہ گیا۔ فرصت کا وقت تھا ایک دو طالب العلم جو منتہی تھے مولوی صاحب موصوف کے ساتھ بیٹھے تھے اور منطقی بحث ہو رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر مولانا افضال صاحب بہت خوش ہوئے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دونوں طالب العلموں سے کہا کہ شعر صحیح طور پر حل کرنے والے آ گئے۔ بات یہ ہوئی تھی کہ اس روز کی تازہ ڈاک سے مولوی صاحب موصوف کو ایک خط بہار سے آیا تھا جس میں قطعہ متذکرہ بالا کی توضیح چاہی گئی تھی۔ اس وقت وہ دونوں طالب العلم بھی موجود تھے۔ مولانائے موصوف نے قطعہ اُن کو دکھایا۔ یہ دونوں اس کی توضیح میں افتاں و خیزاں تھے لیکن صحیح حل میرے پہنچنے تک نہ ہوا تھا۔ مولانا افضال صاحب نے قطعہ متذکرہ بالا سُنایا اور کہا کہ تم بھی اس کی توضیح کرو۔ میں نے پانچ چھ منٹ سوچ کر عرض کیا عکس نقیض سے یہاں وہ مصطلح عکس نقیض مراد نہیں ہے کیونکہ وہ تو قضایا میں ہوتا ہے اور خیال دوست قضیہ مصطلحہ نہیں ہے بلکہ مضاف مضاف الیہ ہے۔ بر بنائے نقیض کل شئ رفعہٗ "خیالِ دوست کا نقیض" عدم خیالِ دوست" ہے اب اس کو عکس کر دیجئے تو "خیال عدم دوست" ہوا۔ شاعر کہتا ہے کہ جب دوست کے معدوم ہونے کا خیال کرتا ہوں تو اس تنگ نائے میں مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کہیں میری صورت ہیولیٰ سے جدا نہ ہو جائے یعنی مر جاؤں۔ صورت کا ہیولیٰ سے جدا ہونے پر فنا لازم آتا ہے۔ دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہستی واجب یعنی ہست کردۂ واجب جو مخلوقات ہیں ممکن ہے کہ فنا ہو جائیں لیکن میری محبت جو تمہارے (معشوق) ساتھ ہے اُس کا جُدا ہونا ممتنع یعنی نا ممکن ہو۔ یہ توضیح مولانا محمد افضال الحق صاحب کو بہت پسند آئی۔ ان دونوں طالب العلموں نے بھی یہ تشریح پسند کی ــ اچھا ایک اور قدحہ نوش فرمائیے ؎

اے آنکہ جزو لایتجزیٰ دہانِ تو ۔۔۔ طولے کہ ہیچ عرض ندارد میانِ تو
کردی بہ نُطق نقطۂ موہوم را دو نیم ۔۔۔ اے مبطلِ کلامِ حکیماں زبانِ تو

قطعہ صاف ہے۔ نقطۂ موہوم جو مبدا رخطوط متناہی ہو سکتا ہے فی نفسہ بسیط ہے۔ قابل تقسیم نہیں ہے۔ یہ قطعہ حضرت مولانا الحاج حافظ عبد الواحد صاحب ناظم جامعہ دار السّلام عمر آباد کی زبانی سُنا تھا۔

اب آخری جرعہ نوش فرمائیے۔ قدحہ نہ سہی جرعہ سہی مگر ہے بہت لذیذ۔ ؎

سخنِ فلسفیاں نیست جبیا معقول
رفتہ از دست بدست دُرِّ عدن باز آمد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موضع صریح علاقہ دوآبہ ضلع پشاور کے ایک حاوی معقول و منقول عالم مولانا حبیب اللہ صاحب تھے بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ حبیب تخلص تھا۔ یہ مقطع ان کی ایک مشہور غزل کا ہے۔ فلاسفہ کے یہاں "اعادۂ معدوم" محال ہے۔ شعر میں اشارہ اسی قول کی طرف ہے۔

فاضل جلیل جناب ڈاکٹر غوری صاحب کی خامہ فرسائی مجھ کنج نشین گوشۂ خاموشی کو کھینچ کر باہر لائی ہے اور میدانِ صحافت میں کھڑا کر دیا ہے ؎

مگر ستم زدہ ہوں ذوقِ خامہ فرسا کا۔

سنہ ۱۹۶۰ء کا حسین اور عظیم ادبی تحفہ

شاعرِ اعظم کالیداس کے شاہکار ڈرامے "ابھگیان شاکنتلم" کا اردو منظوم ترجمہ

شکنتلا

از ساغر نظامی

شکنتلا کا یہ منظوم ترجمہ اردو زبان میں پہلا ترجمہ ہے جس میں کالیداس کے کمالِ حسن کاری سے صحیح تعارف ہوتا ہے جس میں ڈرامہ کے تہذیبی ماحول کو ابھارا گیا ہے اور قدیم ہند کے سماج، روایات اور دیومالا کی تلمیحات کو چابکدستی سے آسان اور ترقی یافتہ اردو نظم میں منتقل کیا گیا ہے۔ یہ اپنی ٹیکنک، اسلوب اور ڈرامائی خصوصیات، جوش اور روانی اور زبان کی سادگی و نزاکت کے لحاظ سے اتنا پُر تاثیر اور بے ساختہ ہے کہ ترجمہ بھی طبعزاد تصنیف معلوم ہوتا ہے اور صرف پڑھا ہی نہیں جا سکتا ایکٹ بھی کیا جا سکتا ہے۔

تبریک :۔ پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہند کے قلم سے۔

پیش لفظ :۔ ڈاکٹر تاراچند

دیباچہ :۔ سید سجاد ظہیر

مقدمہ :۔ ساغر نظامی

ایک سو صفحات کا یہ مقدمہ بجائے خود سنسکرت زبان، ادب اور سنسکرت ناٹک پر ایک تاریخی جائزے اور تنقید کی حیثیت رکھتا ہے ابتدائی صفحات کے نقوش بیں منظر رنگین ہیں اور ہندوستانی آرٹ کا بہترین نمونہ۔ کتابت و طباعت اعلیٰ ترین کاغذ ۲۰×۲۰/۲۸ پاؤنڈ۔ صفحات پونے چار سو۔ کپڑے کی خوبصورت جلد بڑا سائز۔ رنگ کے شاہکار سرورق سے مزین قیمت صرف بارہ روپیہ

ملنے کے پتے:
(۱) ادبی مرکز۔ پنڈارہ روڈ۔ نئی دہلی۔
(۲) علمی کتاب خانہ۔ اردو بازار۔ جامع مسجد دہلی ۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام کا نظام امن و امان

(غیر مسلم اسلام کی نظر میں)

مولانا محمد ظفیر الدین صاحب مفتاحی (دارالافتاء دارالعلوم دیوبند)

(۲)

علماء کا فتویٰ اسی طرح مصر میں ہادی کے دورِ حکومت میں اس وقت کے گورنر علی بن سلیمان نے کچھ گرجوں کو منہدم کرا دیا تھا۔ ہادی کی جب سال بھر بعد وفات ہو گئی اور زمام اختیار ہارون الرشید کے ہاتھ میں آئی تو انھوں نے مصر کی گورنری موسیٰ بن عیسیٰ کے سپرد کی، موسیٰ نے یہ مسئلہ اپنے زمانہ میں اٹھایا اور علماء وقت سے اس سلسلہ میں استفتا کیا، چنانچہ اس وقت کے علماء نے عیسائیوں کے حق میں فتویٰ دیا اور جو گرجے زبردستی منہدم کئے گئے تھے، ان کو ناجائز بتایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت نے اپنے خرچ سے دوبارہ ان منہدم گرجوں کی تعمیر کرائی، اور عیسائیوں کے حوالہ کیا۔[1]

مفتوحہ ملکوں کی زمین و جائداد کا مسئلہ صحابۂ کرام کے زمانہ میں ممالک جب بکثرت فتح ہونے لگے، تو یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ زمین ذمیوں کے ہی قبضہ میں چھوڑ دی جائے یا مجاہدین میں تقسیم کر دی جائے۔ بعض صحابہ کی رائے تھی کہ سابق بدستور مجاہدین پر خمس نکالنے کے بعد تقسیم کر دی جائے اور بعض دوسرے صحابہ کی رائے تھی کہ ذمیوں کے ہی قبضہ میں چھوڑ دی جائے تاکہ خراج کی آمدنی برابر ملتی رہے اور ذمّی بھی آرام کی زندگی گذار سکیں۔ یہ مسئلہ باہمی اختلاف کی وجہ سے اہم بن گیا۔ تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے جلیل القدر صحابہ کرام کے ایک مجمع کے سامنے یہ مسئلہ رکھا جس میں انصار و مہاجرین دونوں بڑی تعداد میں شریک تھے اور خود اپنی رائے یہ بیان کی کہ زمین ذمیوں ہی کے پاس چھوڑ دی جائے۔ اور بحث و مباحثہ کے بعد متفقہ طور پر یہ بات طے پا گئی کہ ذمّی اپنی زمین سے بے دخل نہیں کئے جائیں۔ امام ابو یوسف لکھتے ہیں:۔

وقد سأل بلال واصحابه عمر بن الخطابؓ   حضرت بلالؓ اور آپ کے ساتھیوں نے حضرت عمرؓ سے درخواست

[1] دیکھئے رسائل شبلی ص۸۶ بحوالہ مقریزی ص۱۱۵ ج۲ والنجوم الزاہرہ ۱۲

© rasailojaraid.com